

سید صابر حسین چشتی کا معراجیہ کلام: قرآن و حدیث کے تناظر میں

ڈاکٹر محمد عابد ندیم، اسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی و علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

The Prophet Muhammad(SAW) is being eulogized in the poetic and prose literature of the Muslim scholars since the advent Islam on the globe. Various facets of his life have been given a special reverence by the Muslim scholars. So many Muslim poets have paid homage to various aspects of the Prophet's life. Ascension(Mi`raj) miracle is a unique virtue bestowed by Allah Almighty upon the Prophet(SAW). This journey has been a topic of Prophet's eulogy for many poets and writers. Syed Sabir Hussain Chishti is one among such personalities who have paid homage to the Prophet(SAW) with respect to this miracle. In this article his poetic verses regarding Prophet's ascension miracle have been portrayed.

اللہ تعالیٰ نے اپنے وصف تخلیق کے اظہار کا ارادہ فرمایا تو ایک وسیع و عریض کائنات مقام عدم سے مقام وجود میں لایا پھر اس کائنات کو آراستہ و پیراستہ کیا گیا اور اسے ہر طرح کی مخلوق سے آباد کیا گیا۔ تمام مخلوق اپنے مرتبے اور شرف میں متفاوت تھی۔ اس میں سے جس کے سرعظمت و شرف کا سہرا باندھا گیا وہ نائب خداوندی حضرت انسان ہے۔ حضرت انسان کے لیے اشرف المخلوقات ہونے کا یہ اعزاز ترجیح بلا مرجح کے قبیل سے نہیں۔ یہاں سبب ترجیح انسان کو ودیعت کی گئی فہم و فراست، رشد و ہدایت اور علم و عنایت ہے۔ یہی وہ خوبی ہے جس کی وجہ سے اس کائنات میں اپنے لیے اور اپنے جیسے دوسروں کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے۔

خالق کائنات نے انسانوں کو جداگانہ علوم و فنون عطا کیے اپنی پہچان کرانے کے لیے سلسلہ ہائے نبوت جاری کیا جو آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر آقائے نامدار پر ختم ہوا۔ باری مطلق نے ہر فن کو حقیقت کے وجود سے کچھ حصہ بخشا اور ہر ایک نے اپنا مخصوص فن کسی نہ کسی خاص مقصد کے حصول میں صرف کیا۔ شاعری

بھی قدرت کا ایک عظیم اور انمول عطیہ ہے۔ ہر شاعر اس وصف کو اپنے خاص مقصد کے لیے بروئے کار لاتا ہے مگر عظیم ہیں وہ لوگ جنہوں نے شاعری کو لوگوں کی اصلاح اور نبی خاتم المرتبہ کی مدح سرائی کا ذریعہ بنایا۔ یہ فضیلت بذات خود بندے پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے کرم اور اس کی بے پناہ عنایت کی بین دلیل ہے۔ یہ منصب خوش بختوں کے لائق ہے، اس بات کو حضرت حسان بن ثابت نے اس اندز میں بیان کیا ہے:

ولکن مدحت مقاتلی محمدی
ما ان مدحت محمد اہمقاتی

”میں اپنے کلام سے محمد کی مدح نہیں کر رہا بلکہ محمد کے نام سے اپنے کلام کو مزین کر رہا ہوں۔“
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت کا سلسلہ اتنا ہی پرانا ہے جتنی یہ کائنات۔ اللہ تعالیٰ آپ کا پہلا نعت خواں ہے۔ تورات و زبور اور انجیل محمد عربی کی نعتوں کے مجموعے ہیں۔ آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ کی مدح سرائی، آپ کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے بھی ہوتی رہی، آمد کے وقت بھی ہوئی اور قیامت تک ہوتی رہے گی۔ نہ صرف اپنوں نے آپ کی صفت بیان کی بلکہ غیروں نے بھی اس میں سے اپنا حصہ پایا۔ آپ کے مدح سراؤں کی طویل فہرست میں ایک نام سید صابر حسین چشتی کا بھی ہے۔

سید صابر حسین چشتی کی پیدائش پنڈرائی ضلع امرتسر (ہندوستان) میں ۱۲ اپریل ۱۹۴۱ء کو ہوئی۔ پاکستان بننے کے بعد آپ کے والد موجودہ چشتیہ آباد تحصیل کاموکی ضلع گوجرانوالہ میں آباد ہو گئے۔ (۱)
آپ نے کاموکی میں میٹرک تک تعلیم حاصل کی پھر اسی شہر میں مفتی امین الدین بدایونی سے درس نظام کی تعلیم حاصل کی۔ استاد محترم کو اپنے شاگرد پر بہت ناز تھا اور انہوں نے اپنی مسجد میں اپنے شاگرد سے وعظ بھیکروای اور اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ شاگرد کو بھی اپنے استاد سے بہت محبت تھی جس کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے شاعری میں اپنے استاد کی عظمت یوں بیان کی ہے: (۲)

مفتی امین الدین دین دا امین اے اللہ جانے مفتی میرا خلد مکین اے

عین نمونہ سوہنا خلق رسول دا سایہ فگن سرتے ظل معین اے

قابل مدح اوہدا علم بیان اے پیارا پیارا کھڑاتے روشن جبین اے (۳)

ان کا وصال ۸۱ جنوری ۲۰۱۶ء کو فجر کی نماز کے بعد ہوا۔ اس دن وہ اپنے اور ادوٹائف سے فراغت کے بعد لیٹے تو خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان کو ان کے والد کی قبر کے دائیں طرف دفن کیا گیا۔ (۴)

سید صابر حسین بڑا ادبی ذوق رکھتے تھے۔ آپ اپنی تقریروں میں اکثر اقبال، رومی، سعدی اور امیر خسرو کا کلام پڑھا کرتے تھے۔ اس کیساتھ ساتھ خود صاحب قلم بھی تھے۔ انہوں نے تین کتابیں، ”شجرہ طریقت“، ”تکھیاں نوکاں“ اور ”جلوہ یزداں“ لکھی۔ چوتھی کتاب ”بیچ زلفاں“ ابھی نامکمل تھی کہ آپ دنیا سے پردہ فرما گئے۔ (۵)

شاعری شاعر کے ذہن کا تخلیق ہوتا ہے۔ اگر یہ تخلیق قرآن و حدیث کی حدود و قیود کے اندر رہے تو شاعر کی عظمت کی دلیل بن جاتا ہے۔ محض تخیل بندے کو کسی بھی حد تک لے جا سکتا ہے لیکن قرآن و حدیث

سے وابستگی اسے صراطِ مستقیم سے پیچھے ہٹنے نہیں دیتی۔ سید صابر حسین چشتی شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عالم دین بھی تھے اس لیے ان کی شاعری میں اس علم کی جھلک نظر آتی ہے۔

قرآن اللہ کا کلام اور شریعت اسلام کا پہلا مآخذ ہے۔ سید صابر حسین نے اپنے کلام میں جا بجا قرآنی آیات میں بیان کیے گئے مفہوم کو موضوع سخن بنایا ہے۔ ان کی کتاب ”کبھیاں نوکان“ کا پہلا شعر پیش خدمت ہے:

اَوَّلَ آخِرَتِيوَن جَانَا، طَاهِرًا بَاطِنِوَن اِيَسْ مِيَسْ نِيَسْ كَجْهَ وِي مِيَرَا كَجْهَ نِيَسْ كَوْنِ تِي كَا نُنِوَن اِيَسْ (۶)

یہ سور الحدید کی تیسری آیت کا ترجمہ ہے آیت یہ ہے:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ • وَهُوَ بَلَّ شَاءَ عِلْمِ (۷)

”کون سے کائنات“ کی اصطلاح بھی قرآن کریم سے ماخوذ ہے۔ اللہ تعالیٰ سور لیلین میں فرماتا ہے:

اِنَّمَا اَمْرُهُ اِذَا اَرَادَ شَا اَنْ يَّقُوْلَ لَهُ نِ فُوْنُ ۲۸ (لِيلِيْن: ۲۸)

ابن کثیر اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ کسی شے کو ایک بار حکم دیتا ہے تو اسے دوبارہ تاکید کی ضرورت نہیں پڑتی۔ وہ فرماتا ہے ”کن“ ہو جا ”فیکون“ پس وہ شے ہو جاتی ہے۔ (۸)

قرآن کے بعد حدیث نبوی شریعت اسلامی کا دوسرا مآخذ ہے۔ قرآن کے ساتھ ساتھ ان کی شاعری میں حدیث کے حوالے بھی ملتے ہیں۔ معراجِ مصطفیٰ آپ کے خاص معجزوں میں سے ہے دیگر انبیاء پر آپ کی فضیلت اور برتری کا ترجمان اور بارگاہِ رب العزت میں آپ کے مخصوص اکرام کا واضح ثبوت ہے۔ حضور انور کے مدح خوانوں نے اس واقعہ کو ضرور زینت کلام بنایا ہے سید صابر حسین بھی ان سے مختلف نہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

کھول کے بوہے نیناں والے بھلا کوئی آسمانوں اوء عرش نوں رونق بخشو عرش دیو مہمانوں (۹)

السلام اے راکب دوش براق جان طالب بیخوداز جوش فراق (۱۰)

کوئی بیتاب ہے ملنے کے لیے عرش سے پار آج ملنے کو چلے رات مدینے والے (۱۱)

قصہ معراج کو سید صابر حسین نے مفرد انداز سے پیش کیا ہے۔ ان کے کلام کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے اس قصہ کے تفصیلی اور عمومی بیان کے بجائے اس کے مخصوص اور جزوی نکات کو اہمیت دی ہے۔ کہا جاتا ہے، رموز کو اجاگر کیا ہے جو اللہ تعالیٰ (محبت) اور رسول اللہ (محبوب) کے مابین موجود عشق و محبت کی ترجمانی کرتے ہیں۔

درج بالا اشعار کو ملاحظہ فرمائیے: کھول کے بوہے نیناں والے ”جان طالب بیخود“ اور ”کوئی بیتاب ہے ملنے کے لیے“ کہ یہ ملاقات محبوب کی طلب نہیں تھی بلکہ اس کا اہتمام محبت کی طرف سے تھا۔ رسول اللہ کو ام ہانی کے گھر آرام فرما رہے تھے یا بعض روایات کے مطابق حرم میں آرام فرما رہے تھے کہ رات کے وقت عرش کی مہمانی کا بلاوا آ گیا۔ اللہ تعالیٰ مشتاق تھا کہ رات ہی رات میں ایک مختصر سے عرصہ میں محبوب کو زمین و

آسمان کی نشانیاں دکھا کے اپنے قرب سے نواز دے یہ اشتیاق معراج مصطفیٰ کا لطیف رمز ہے۔ سید صابر جا بجا فرماتے ہیں:

جبرائیل آئے ہیں پیام لیے چلے حضرت مزید تاب نہیں (۲۱)
جلدی چلے میرے آقا سر عرش مجید ختم ہو جائے نہ یہ رات مدینے والے (۳۱)
عرشی بیتاب ہیں تیری زیارت کے لیے حق بھی ہے طالب دیدار مدینے والے (۴۱)
دیدار کا طالب ہے خدا عرش بریں پر معراج کی شب راہ سچائی ہے گزری (۵۱)

جب بات دیدار کی چل نکلی تو صاحب طور علیہ السلام کی طرف نظر کا اٹھ جانا فطری عمل ہے سیدنا موسیٰ علیہ السلام دیدار الہی کے شوق میں طور کی بلندی تک جا پہنچے، روزے رکھے، کلام کیا، تورات ملی لیکن ”رب ارنی“ (اے میرے رب مجھے دیدار سے مشرف فرما) کی التجا مقبول بارگاہ اقدس نہ ہو سکی۔ موسیٰ علیہ السلام کی لگن میں کمی نہ تھی، وجہ کچھ اور تھی۔ جواب آیا ”لن ترانی“ (تم مجھے نہیں دیکھ سکتے) پس اشارہ فرما دیا گیا تھا کہ وہ کوئی اور ہوگا جو تم سے بعد آئے گا اور تم جس نعمت سے محروم رہ گئے وہ فیض یاب ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَمَّا جَاءَ لِمُوسَىٰ لِمَقَاتِنَا وَوَلَّمَهُ رَبُّهُ • قَالَ رَبِّ ارِنِ أَنْظُرِ إِلَيَّ • قَالَ لَنْ (۶۱)

ترجمہ: ”اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا اس نے عرض کی: اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ (اللہ نے) فرمایا: تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا۔“

سید صابر صاحب طور کی ملاقات کا صاحب معراج کی ملاقات سے موازنہ کرتے ہیں تو وجدان عشق و جنوں مکیں مست و بے خود ہو جاتے ہیں۔ وہ طالب تھے یہ مطلوب وہ عاشق تھے یہ معشوق۔ وہ بیقرار تھے یہ پرسکون۔ وہاں موسیٰ دیدار کے لیے بیتاب تھے اور یہاں اللہ تعالیٰ مشتاق ہے۔ سید صابر کے نزدیک یہ فرق اس وجہ سے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول نہیں بلکہ اس کے محبوب و یار بھی ہیں۔ یہ سارا اشتیاق اور یہ اہتمام اس عشق و محبت کی غمازی کرتا ہے سید صابر فرماتے ہیں:

کرد بہر دید موسیٰ عرضھا پس جواب آمد اے موسیٰ لن ترئی
لیک بہر یار قاصد مے رسد مرجبا مہمان اللہ الصمد! (۷۱)
کوئی بیتاب ہے ملنے کو سر طور مگر ہاتھ جبریل کے ملنے کا پیام آتا ہے (۸۱)
طور پر حضرت موسیٰ گئے نظارے کو جن کو بلوایا عجیب ان کی نزاکت ہوگی (۹۱)
کوئی جائے سر طور لگی دل کی بھانے کوئی عرش پہ طالب ہے تیری ایک نظر کا (۱۰۲)
عرش سے آیا ہے انوار بداماں کوئی جلوہ طور ہے یا جان شبستاں کوئی (۱۲)

معراج مصطفیٰ کا ایک اور عاشقانہ رمز یہ ہے کہ یہ تمام سفر اللہ تعالیٰ نے رات کے وقت کروایا۔ اس وقت کے انتخاب میں اسرار پوشیدہ ہیں۔ علامہ بدرالدین عینی کہتے ہیں کہ رات کا وقت خلوت، اختصاص اور

سید صابر حسین چشتی کا معراجیہ کلام: قرآن و حدیث کے تناظر میں ۲۳ تحقیق نامہ، شمارہ ۱۸۔ جنوری تا جون ۲۰۱۶ء

مجالس ملوک کا وقت ہوتا ہے یہ وقت احباء سے راز و نیاز کا وقت ہے اس لیے اللہ نے متعدد انبیاء علیہم السلام کو رات کے وقت انعامات سے نوازا، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی رات کے وقت سرگوشی فرمائی اور ان کو بنی اسرائیل کو رات کے اندر مصر سے لے جانے کا حکم دیا۔ لیل القدر جو ہزار مہینوں سے افضل ہے ایک رات ہی ہے۔ (۲۲)

سید صابر حسین چشتی اس رمز سے بالخصوص متاثر ہوئے ان کے نزدیک رات کا وقت ہی اس ملاقات کے لیے مناسب تھا یہ محبوب و محبت کے مابین راز و نیاز کا وقت تھا۔ یہ خلوت کا وقت تھا اور خلوت ہی عاشق و معشوق کو مطلب ہوتی ہے جب وہ ملاقات کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ اس رمز کو اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

سب معراج ہوئی خوب میسر خلوت منتظر جیسے سرعش ہو قدرت تیری (۳۲)
وہ یوں تو کہنے کو معراج کی تھی شب صابر مگر تھا دونوں کو ماحول سازگار ملا (۴۲)
طالب سے پوچھے ذرا سنگینی شب فراق جلوہ ذرا دکھائیے چہرہ تابدار کا (۵۲)
شمعیں جلائی ہیں جناب ڈوب چکا ہے ماہتاب اب ہونگا ہف التفات مسئلہ ہے وقار کا (۶۲)
آپ رات کے وقت میں ایک خاص رمز کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وقت اس لیے منتخب فرمایا کہ رات کا اندھیرا جدائی کی علامت تھا اور فرقت کا نشان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے فرقت و جدائی گوارا نہیں فرمائی لہذا پو پھوٹنے سے پہلے ہی رات کے اندھیرے میں دیدار سے سرفراز فرما دیا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

رات معراج کی ماحول بھی مناسب ہو پھر کرے کون گوارا شہا فرقت کی تیری (۷۲)
واقعہ معراج سیدنا محمد کی برتری اور فضیلت کا واضح ثبوت ہے گو اللہ تعالیٰ نے دیگر رسولوں کو بھی مکمل خصوص فضائل عطا فرمائے ہیں جیسے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا، موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا، عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلمہ اور زوج فرمایا، سلیمان علیہ السلام کو بے مثل بادشاہی عطا فرمائی، لیکن اپنے حبیب پر خصوصی عنایات فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ تفضیل انبیاء کے بارے میں فرماتا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ۚ (۸۲)
”یہ رسل ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ان میں سے کسی سے کلام کیا اور کسی کو درجوں بلند کیا۔“

امام بغوی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ”رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ“ سے محمد مراد ہیں۔ ”رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ“ یعنی محمد کو درجوں بلند کیا۔ کوئی معجزہ کسی نبی کو نہیں دیا گیا مگر اس کی مثل ہمارے نبی کو بھی دیا گیا اور ان کے علاوہ بھی کئی نشانیوں سے آپ کو دوسروں پر فضیلت دی گئی مثلاً آپ کے اشارے سے چاند کا پھٹ جانا،

آپ کی جدائی میں درخت کے تنے کا رونا، درخت اور پتھر کا آپ کو سلام کرنا، جانوروں کا آپ سے کلام کرنا اور آپ کی رسالت کی گواہی دینا، آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کا جاری ہونا، اور ان کے علاوہ نشانیاں اور معجزات جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔ (۹۲)

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا کہ حدیث اسراء بھی اس رفعت درجات میں شامل ہے:

”رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ كَمَا ثَبَتَ فِي حَدِيثِ الْاِسْرَاءِ حِينَ رَأَى النَّبِيَّ الْاَنْبِيَاءُ فِي

السَّمَوَاتِ بِحَسَبِ تَفَاوُتِ مَنَازِلِهِمْ عِنْدَ اللَّهِ مَزْجَلٍ“ (۰۳)

شب اسراء رسول اللہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک تشریف لے گئے تو وہاں جا کر آپ نے تمام انبیاء کی نماز میں امامت فرمائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:

”ثُمَّ دَخَلْتُ اِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَجَمَعَ لِي الْاَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَقَدَمَنِي جِبْرَائِيلُ حَتَّى اَمْتَمْتَهُمْ. (۱۳)

”پھر میں بیت المقدس میں اخل ہوا۔ اس میں میرے لیے تمام انبیاء علیہ السلام کو جمع کیا گیا پھر

جبرائیل نے مجھ ان کے آگے کھڑا کر دیا اور میں نے سب کی امامت کرائی۔“

سید صابر حسین چشتی نے اپنے کلام میں رسول اللہ کی تمام انبیاء پر فضیلت کو موضوع بنایا ہے۔ آپ

عرض کرتے ہیں:

سبھی انبیاء کے امام ہیں سر عرش محو خرام ہیں (۲۳)

مقتدی جس کے نبی سارے بنے اقصیٰ میں جان کونین غریبوں کا سہارا آیا (۳۳)

سر آسمان ہیں قدسی تیرے در کی آرزو میں تو مریم قدسیاں ہے سالارِ مسلمان ہے (۴۳)

قطار اندر قطار آئے مبارک کو سلامت کو نبی سارے پکارے شاہ شہان شہاں آیا (۵۳)

انبیاء۔ مسجد اقصیٰ میں تھے صفیں باندھے کھڑے کہہ رہے تھے کہ ابھی ان کی امامت ہوگی (۶۳)

صابر حسین چشتی نے اس رات کی امامت میں ایک اور سر دریافت کیا ہے۔ آپ کی نگاہ شوق نبی

کریم کو امام اور انبیاء و رسل کو مقتدی دیکھنے کے ساتھ یہ بھی دیکھ لیتی ہے کہ اس سماں میں فقط انبیاء ہی رخ انور کے گرویدہ نہیں تھے بلکہ دونوں جہاں آپ کے گیسوئے خوشبودار کی الجھن میں گرفتار نظر آتے تھے۔ چنانچہ منظر

کشی فرماتے ہیں:

نبی اقصیٰ میں سارے پیشوائی کو چلے نبی کیا دونوں عالم ہیں بندھے گیسوئے احمد سے (۷۳)

سدرۃ المنتہیٰ اس سفر میں پیش آنے والا ایک مقام عشق و نیاز ہے یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت

جبرائیل بعد عجز و انکسار ٹھہر گئے اور مزید ہمسفری سے عذر کیا۔ اسی بنا پر یہ ان کا مقام انتہی ہے۔ اس سے آگے

بڑھے تو ان کے پر جل جائیں گے۔ علامہ نظام الدین نیشاپوری اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

”سدرۃ المنتہیٰ وہ جگہ ہے جس سے آگے فرشتے نہیں جاسکتے اور نہ کسی کو یہ علم ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ

ادنیٰ فواحیٰ اللہ الیہ فیما یوحی اللہ۔ (۷۴)

”حتیٰ کہ سیدنا محمد سدرۃ المنتهیٰ پر آئے اور جبار رب العز آپ کے قریب ہوئے پھر اور قریب ہوئے حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمونوں کی مقدار رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک پھر اللہ نے آپ کی طرف وحی کی جو وحی اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔“

قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رب سیدنا محمد کے قریب ہو اور آپ پر اپنا امر اور حکم نازل فرمایا۔ نیز حضرت حسن بصری سے بھی روایت ہے کہ رب اپنے بندے محمد کے قریب ہوا پھر اور قریب ہوا پھر اس نے جو چاہا اپنی قدرت اور عظمت سے آپ کو دکھایا۔ (۸۴)

اس قرب میں محبوب و محبت کی ملاقات کے دوران جو راز و نیاز ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔ عشق کا انتہائی مقام تھا جس سے آگے عبدیت کے لیے کوئی اور مقام نہیں۔ وصل یار کی گھڑی، قول و قرار کی گھڑی، دیدار کی گھڑی۔ سید صابر حسین کا عاشقانہ دل اس رمز عشق سے بقرار ہو جاتا ہے اور پکار اٹھتا ہے:

منزلِ قوسین سے ہے بہت آگے تیری جا عشرا عظم کا مکین تیرے سوا کوئی نہیں (۹۴)

اٹھائے جاتے ہیں پردے دوئی کے انھیں محرم بنایا جا رہا ہے (۱۰۵)

حریم ناز کے پردوں سے یہ صدا آئی فقط تہی ہو جسے ہم نے راز دار کیا (۱۵)

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ سید صابر حسین چشتی صاحب علم و کمال تھے اور ان کا کلام ان کی شریعت سے گہری واقفیت کا غماز ہے۔ جا بجا آیات قرآنیہ کا اشعار میں استعمال ان کی قرآن سے شدید وابستگی کا اظہار ہے اور احادیث کا کثرت سے استعمال ان کے قول رسول سے محبت اور اس کے گہرے مطالعہ کی علامت ہے۔ ان کا پورا کلام ان کے سچے عاشق رسول ہونے کی دلیل ہے اور یہی تعلق و محبت ان کو شریعت کی حدود سے متجاوز نہیں ہونے دیتا۔ عشق کے بحر بے کنار میں ڈوب کر آپ نے معراج مصطفیٰ کا مطالعہ کیا گیا ہوگا جو اس واقعہ کے اہم عاشقانہ رموز اپنے کلام میں بیان کیے ان کے معراجیہ کلام کو پڑھ کر عشق محمد کی شمع دل میں روشن ہ جاتی ہے۔ یہ بات ان کے اشعار کی تاثیر پر دلالت کرتی ہے۔ بطور نمونہ اختتام بحث پر کلام کا کچھ حصہ پیش خدمت ہے جس میں معراج کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے:

کیا خوب عرش کا ماحول خوشگوار کیا بلا کے عرش پر محبوب ہمکنار کیا

چلے خراماں خراماں براق چھوڑ کے وہ حدود و قیود تعسین کو تار تار کیا (۲۵)

نقاب میم اٹھائے وہ بے نقاب ہوئے حسین تمام زمانے کے آب آب ہوئے

حرم سے سدرہ و سدرہ سے لامکاں کے لیے نگاہ عشق میں بھی آپ انتخاب ہوئے

حواشی:

- ۱۔ حسن، سید عبدالمصطفیٰ، دنیائے طریقت کی ممتاز شخصیت، ماہنامہ ضیائے قمر، (مارچ ۲۹۹۱ء، شمارہ ۵، ج ۲، گوجرانوالہ)، ص: ۲۱
- ۲۔ ایضاً، ص: ۴۱
- ۳۔ چشتی، محمد صابر حسین، سید، جلوہ یزدان، (منہاج القرآن پرنٹرز لاہور، ۲۰۰۷ء) ص: ۸۰۳
- ۴۔ ایضاً، ص: ۵۱
- ۵۔ ایضاً، ص: ۴۱
- ۶۔ چشتی، محمد صابر حسین، سید، تکھیاں نوکان، ص: ۲
- ۷۔ الجریڈ: ۷۵/۳
- ۸۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، (ادارہ الکتب العلمی، بیروت، ج ۶)، ص: ۱۳۵
- ۹۔ چشتی، تکھیاں نوکان، ص: ۶
- ۱۰۔ چشتی، جلوہ یزدان، ص: ۱۲
- ۱۱۔ ایضاً، ص: ۶۲
- ۱۲۔ ایضاً، ص: ۹۲
- ۱۳۔ ایضاً، ص: ۶۲
- ۱۴۔ ایضاً، ص: ۸۳
- ۱۵۔ ایضاً، ص: ۳۵
- ۱۶۔ الاعراف: ۳۴۱
- ۱۷۔ چشتی، جلوہ یزدان، ص: ۲۳، ۲۲
- ۱۸۔ ایضاً، ص: ۹۵
- ۱۹۔ ایضاً، ص: ۲۱۱
- ۲۰۔ ایضاً، ص: ۸۱۱
- ۲۱۔ ایضاً، ص: ۲۰۱
- ۲۲۔ عینی، بدرالدین، علامہ، عمد القاری، (مطبوعہ ادارہ الطباعہ المنیر، مصر ۱۸۳۱ھ)، ج ۱ ص: ۵۰
- ۲۳۔ چشتی، جلوہ یزدان، ص: ۹۹
- ۲۴۔ ایضاً، ص: ۰۹

- ۲۵۔ ایضاً، ص: ۶۸
- ۲۶۔ ایضاً، ص: ۶۸
- ۲۷۔ ایضاً، ص: ۷۶
- ۲۸۔ البقرہ: ۲/۳۵۲
- ۲۹۔ بغوی، محی السن، الحسین بن مسعود، معالم التنزیل، (دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۲۰۲۱ھ، ج ۱)، ص: ۲۴۳
- ۳۰۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص: ۷۶
- ۳۱۔ نسائی، احمد بن شعیب، سنن نسائی، (نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، سن ۱، ج ۱)، ص: ۷۴
- ۳۲۔ چشتی، جلوہ یزدان، ص: ۲۳
- ۳۳۔ ایضاً، ص: ۹۳
- ۳۴۔ ایضاً، ص: ۶۵
- ۳۵۔ ایضاً، ص: ۷۹
- ۳۶۔ ایضاً، ص: ۲۱۱
- ۳۷۔ ایضاً، ص: ۷۱۱
- ۳۸۔ نیشاپوری، ملا نظام الدین، تفسیر نیشاپوری، (مطبوعہ مصطفیٰ البانی و اولادہ، مصر، ن م، ج ۲)، ص: ۱۳، ۰۳
- ۳۹۔ القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، (باب فی ذکر سردرة المنتهی، دار احیاء التراث العربی، بیروت)، رقم الحدیث: ۹۷۲
- ۴۰۔ ایضاً باب الاسراء برسول الی السموات رقم الحدیث: ۹۵۲
- ۴۱۔ چشتی، جلوہ یزدان، ص: ۰۳
- ۴۲۔ ایضاً، ص: ۰۳
- ۴۳۔ ایضاً، ص: ۶۸
- ۴۴۔ ایضاً، ص: ۵۹
- ۴۵۔ چشتی، جلوہ یزدان، ص: ۶۹
- ۴۶۔ چشتی، جلوہ یزدان، ص: ۵۳۱
- ۴۷۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، (مطبوعہ نور محمد صالح المطابع، کراچی، ۱۸۳۱ھ، ج ۲)، ص: ۰۲۱۱
- ۴۸۔ قاضی عیاض، مالکی، الشفاء بتعریف حقوق مصطفیٰ، (مطبوعہ عبدالنواب اکیڈمی، ملتان، ن م،

ج ۱، ص: ۶۲۱

۴۹۔ چشتی، جلوہ یزدان، ص: ۴۳۱

۵۰۔ ایضاً، ص: ۹۷

۵۱۔ ایضاً، ص: ۱۸

۵۲۔ ایضاً، ص: ۹۱۱

مآخذ:

- ۱۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، ادارہ الکتب العلمی، بیروت۔
- ۲۔ القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، باب فی ذکر سدرۃ المنتهی، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔
- ۳۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، مطبوعہ نور محمد صیح المطابع، کراچی، ۱۸۳۱ھ۔
- ۴۔ چشتی، محمد صابر حسین، سید، تکھیاں نوکان، (اس کتاب پر کسی قسم کی معلومات درج نہیں)۔
- ۵۔ چشتی، محمد صابر حسین، سید، جلوہ یزدان، منہاج القرآن پرنٹرز لاہور، ۲۰۰۲ء۔
- ۶۔ حسن، سید عبدالمصطفیٰ، دنیائے طریقت کی ممتاز شخصیت، ماہنامہ ضیائے قمر، مارچ ۲۹۹۱ء، شمارہ ۵، ج ۲، گوجرانوالہ۔
- ۷۔ سحی السن، الحسین بن مسعود، معالم التنزیل، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۲۴۱ھ۔
- ۸۔ عینی، بدر الدین، علامہ، عمد القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعہ المنیریہ، مصر ۸۳۳ھ۔
- ۹۔ قاضی عیاض، مالکی، الشفاء بتعریف حقوق مصطفیٰ، مطبوعہ عبدالنواب اکیڈمی، ملتان۔
- ۱۰۔ نسائی، احمد بن شعیب، سنن نسائی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، س ن۔
- ۱۱۔ نیشاپوری، ملا نظام الدین، تفسیر نیشاپوری، مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر، س ن۔